۲۷

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک واضح پیشگوئی اور اس کا ظہور

(فرمودہ ۱۹ /اگست ۱۹۳۸ء) ☆

تشہّد ،تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب کوئی شخص ایک صداقت پر اعتراض کرتا ہے تو وہ لازماً آہستہ آہستہ دوسری صداقتوں پر بھی اعتراض کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جس قدر اعتراضات لوگوں نے کئے وہ سارے ایسے ہی تھے جو دوسرے انبیاء پر بھی پڑتے تھے اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مثال دیتے اور فرماتے کہ دیکھو یہ اعتراض تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی پڑتا ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی پڑتا ہے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پڑتا ہے۔ تو وہ لوگ گالیوں پر اتر آتے اور کہتے کہ آپ انبیاء کی ہتک کرتے ہیں حالانکہ جب ایک شخص ایک صداقت کا مدعی ہے اور وہ اپنے آپ کو اس کی کڑی کے طور پر پیش کرتا ہے تو لازماً

☆ اس خطبہ کے متعلق بعض دوستوں کے خطوط مجھے ملے ہیں جن میں سے ایک نے یہ شکوہ کیا ہے کہ منافق تو جماعت میں بہت کم ہیں۔ کوئی ایک دو ہوں گے پھر آپ ایسے خطبے کیوں پڑھتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کو خیال ہوتا ہے شاید بہت سے لوگ ہوں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو میں خود کہہ چکا ہوں کہ چند ہی لوگ ہیں لیکن کسی گندے خیال کی نسبت یہ نہیں کہنا چاہئے کہ ایک کا ہے۔ اس کا ردّ کرنا آئندہ نسلوں کے لئے مفید ہوسکتا ہے اس لئے

اسے دوسروں کی مثالوں کو پیش کرنا پڑتا ہے کیونکہ اگر اس کا فعل قابلِ اعتراض ہوگا تو دوسروں کے افعال کو بھی قابلِ اعتراض قرار دینا پڑے گا اور اگر دوسروں کے افعال کو درست سمجھا جائے گا تو اس کے کسی ویسے ہی فعل پر اعتراض کرنا بھی ناجائز ہوگا۔ بہرحال جن اصول کو وہاں تسلیم کیا جائے گا ان اصول کو یہاں بھی تسلیم کیا جائے گا مگر ان کا جواب یہ ہوتا کہ عوام الناس کو بھڑکا دیتے اور کہتے مرزا صاحب انبیاء کی ہتک کرتے ہیں۔ آتھم کا جن دنوں مباحثہ تھا عیسائی ایک دن شرارت کر کے مسلمانوں اور عیسائیوں کو جوش دلانے اور ہنسی مذاق کی ایک صورت پیدا کرنے کے لئے کچھ اندھے، لُولے اور لنگڑے جمع کر کے لے آئے اور انہیں ایک گوشہ میں چھُپا کر بٹھا دیا اور تجویز یہ کی کہ ہم مرزا صاحب سے کہیں گے کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ مسیح موعود ہیں اور حضرت مسیحؑ اندھوں کو بینا کیا کرتے تھے، لنگڑوں اور لُولوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے۔ اب ہم نے آپ کو تکلیف سے بچا لیا ہے اور یہ کچھ لُولے، لنگڑے اور اندھے جمع کر کے لے آئے ہیں آپ بھی ان پر ہاتھ پھیریں اور انہیں اچھا کر کے دکھائیں، اگر آپ کے معجزہ سے یہ اچھے ہو جائیں گے تو ہم آپ کو اپنے دعویٰ میں سچا مان لیں گے۔ میں تو اس وقت بچہ تھا شاید پانچ یا چھ سال میری عمر ہوگی مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے اور بعض دوسروں سے بھی جو اس واقعہ کے عینی شاہد تھے میں نے تمام باتیں سنی ہیں۔ آپ فرماتے جب ہم نے یہ بات سنی تو ہم سخت گھبرائے اور ہم نے کہا بس اب بڑی ہنسی ہوگی، جواب تو خیر دیا ہی جائے گا مگر عوام الناس میں اس کی وجہ سے بڑا جوش پیدا ہو جائے گا لیکن جس وقت انہوں نے اس امر کو پیش کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا جواب لکھوانا شروع کیا تو دیکھنے والے

(**بقیہ حاشیہ:-**) مَیں جن باتوں کے متعلق ضروری سمجھتا ہوں خطبہ پڑھ دیتا ہوں۔ آخر ان چند منافقوں کے لئے قرآن کریم میں کثیر آیات اُتری ہیں میرے تو سارے خطبے ایک آیت کی برابری نہیں کر سکتے۔

ایک صاحب نے یہ لکھا ہے کہ لوگوں کو شُبہ پیدا ہوا ہے کہ یہ خط صلاح الدین رشید کا اپنا ہے اس کا ازالہ کیا جائے۔ میں اس کا بھی ازالہ کرتا ہوں کہ یہ صلاح الدین صاحب رشید کا خط نہیں۔ کیونکہ جب وہ قادیان سے باہر تھے تب بھی ایسے خط قادیان کی مہر سے ملتے رہتے تھے۔ ان کے دوستوں میں سے کوئی ہو یا نہ ہو یہ تو اللہ تعالیٰ جانے مگر ان کا خط یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ منہ

جو اس وقت موجود تھے سناتے ہیں کہ عیسائیوں کے لئے سخت مشکل پیش آ گئی اور انہوں نے چوری چھپے ان اندھوں، لُولوں اور لنگڑوں کو ایک ایک کر کے غائب کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ایک بھی ان میں سے باقی نہ رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جواب میں لکھوایا کہ یہ دعویٰ کہ حضرت مسیحؑ اندھوں کو آنکھیں دیا کرتے تھے، لُولوں اور لنگڑوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے ان معنوں میں کہ وہ ظاہری اندھوں کو بینا کیا کرتے تھے یا ظاہری لُولوں اور لنگڑوں کو تندرست کر دیا کرتے تھے عیسائی دنیا کا ہے اور حضرت مسیحؑ انجیل میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا تو وہ تمام وہ معجزے دکھا سکے گا جو میں دکھاتا ہوں [1] پس آپ نے فرمایا تم لوگ جو اِس وقت مسیحؑ کی طرف سے نمائندہ بن کر آئے ہو تم میں کم از کم ایک رائی کے دانہ کے برابر تو ضرور ایمان ہونا چاہئے ورنہ تم نمائندے کیسے ہو سکتے ہو بلکہ حق یہ ہے کہ تم میں ایک رائی کے دانہ سے بہت زیادہ ایمان ہوگا کیونکہ تم معمولی عیسائی نہیں بلکہ عیسائیوں کے پادری ہو اور اگر تم میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں تو تم مسیحؑ کے نمائندے نہیں ہو سکتے، اس صورت میں تو تم بے ایمان ہو گے اور اگر تم میں کم از کم ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان موجود ہے تو ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ لوگوں نے ہمیں اس تکلیف سے بچا لیا کہ ہم خود ان اندھوں، لُولوں اور لنگڑوں کو اکٹھا کر کے لاتے اور آپ سے کہتے ہیں کہ انہیں اچھا کر دیں، اب یہ آپ کی کوشش سے خود ہی حاضر ہیں آپ ان پر ہاتھ پھیریں، یا پھونک ماریں اور انہیں اچھا کر کے دکھا دیں۔ دنیا کو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ واقع میں آپ مسیحؑ کے سچے پیرو ہیں اور انجیل میں ایمان اور صداقت کا جو معیار بتایا گیا تھا اس پر آپ پورے اُترتے ہیں کہتے ہیں۔

جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جواب لکھوانا شروع کیا تو عیسائیوں نے ان اندھوں، لُولوں اور لنگڑوں کو کھسکانا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس پرچہ کے سناتے وقت وہ سب اندھے، لُولے اور لنگڑے غائب ہو گئے حالانکہ یہ صاف بات ہے اور انجیل میں بھی موجود ہے کہ حضرت مسیحؑ سے یہود ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ۔ اگر واقع میں وہ اندھوں کو آنکھیں دیا کرتے تھے، لُولوں اور لنگڑوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے تو

دشمنوں کے یہ کہنے کا کیا مطلب تھا کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ مطالبہ حضرت مسیحؑ سے انہوں نے آخری زمانہ میں کیا ہے۔ اگر واقع میں وہ ایسے ہی معجزے دکھایا کرتے تھے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ تم مجھ سے یہ معجزات کا بار بار کیوں مطالبہ کرتے ہو میں نے اتنے اندھوں کو آنکھیں دیں، اتنے لنگڑوں کو تندرست کیا، اتنے لُولوں کو اچھا کیا اس سے بڑھ کر تمہیں اور کیا معجزہ چاہئے مگر وہ یہ جواب نہیں دیتے بلکہ جواب یہ دیتے ہیں کہ اس زمانہ کے بُرے اور حرامکار لوگ مجھ سے نشان طلب کرتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ انہیں یونس نبی کے نشان کے سِوا اور کوئی نشان نہیں دیا جائے گا۔[۲] یعنی اب تمہارے لئے یہی معجزہ ہوگا کہ تم میرے قتل کی تدبیریں کرو گے، مجھے صلیب پر لٹکا کر مجھے ملعون ثابت کرنا چاہو گے، مگر میرا خدا مجھے صلیب سے بچالے گا اور جس طرح یونس مچھلی کے پیٹ میں سے زندہ نکلا اِسی طرح میں بھی صلیب پر سے زندہ اُتروں گا اور یہی تمہارے لئے معجزہ ہوگا اس کے سوا اور کوئی نشان تمہیں نہیں دکھایا جائے گا۔ اگر واقع میں وہ اندھوں کو ظاہری آنکھیں دے دیا کرتے تھے، کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے، لُولوں اور لنگڑوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے تو وہ ہزاروں آدمیوں کو اپنے معجزات کے ثبوت میں پیش کر سکتے تھے اور کہہ سکتے تھے کہ اتنے ہزار اندھوں کو میں نے بینا بنایا، اتنے ہزار لُولوں کو میں نے تندرست کیا، اتنے ہزار لنگڑوں کو میں نے اچھا کر کے کام کے قابل بنایا۔ مگر انا جیل میں باوجود ایسی عبارتوں کے موجود ہونے کے جن میں یہ لکھا ہؤا ہے کہ حضرت مسیح نے اندھوں کو بینا کیا، لُولوں اور لنگڑوں کو اچھا کیا، پھر وہ یہودی پوچھتے اور کہتے ہیں کہ کوئی معجزہ دکھاؤ۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ظاہری اندھوں کو بینا کرنے یا ظاہری مُردوں کو زندہ کرنے یا ظاہری لُولوں اور لنگڑوں کو اچھا کرنے کا ذکر نہیں بلکہ روحانی مُردوں کے احیاء اور روحانی بیماروں کے اچھا ہونے کا بیان ہے اور روحانی مُردہ کے زندہ ہونے یا روحانی اندھے کے بینا ہونے کو کون تسلیم کرتا ہے۔ صرف وہی لوگ جن کے اندر ایمان ہوتا ہے سمجھتے ہیں کہ ایک شخص پہلے روحانی لحاظ سے مُردہ تھا مگر پھر زندہ ہو گیا، پہلے روحانی لحاظ سے اندھا تھا مگر پھر بینا ہو گیا، مگر دشمن تو اس امر کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ دشمن تو یہ کہتا ہے کہ پہلے یہ زندہ تھے اب مر گئے ہیں، پہلے یہ بینا تھے اور اب اندھے ہو گئے ہیں۔ پہلے یہ تندرست تھے

مگر اب لُولے اور لنگڑے ہو گئے ہیں۔ ہمارے نزدیک جب ایک غیر احمدی احمدی بنتا ہے تو پہلے وہ نابینا ہوتا ہے مگر پھر بینا ہو جاتا ہے مگر غیر احمدیوں کے نزدیک پہلے وہ بینا ہوتا ہے اور احمدی بن کر نابینا ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم تو کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے لاکھوں روحانی مُردے زندہ ہو گئے مگر ایک غیر احمدی جب ہماری اس بات کو سنے گا تو وہ ہنس کر کہہ دے گا مرزا صاحب نے لاکھوں کو کافر مرتد اور دجال بنا دیا۔ پس ایسے معجزات سے ایک مؤمن تو فائدہ اٹھا لیتا ہے مگر غیر مؤمن فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اِسی لئے حضرت مسیح علیہ السلام سے یہود کہا کرتے تھے کہ تم نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ آپ ان کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں تمہیں ہمیشہ یہی نظر آئے گا کہ میں نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا اور تم میری مخالفت میں بڑھتے چلے جاؤ گے یہاں تک کہ ایک دن تم مجھے مارنا چاہو گے تب خدا مجھے بچائے گا اور یہی تمہارے لئے میری صداقت کا ایک نشان ہوگا۔ تو ہر نبی پر یا راستباز پر یا ہر راستبازی پر جو بھی اعتراضات ہوں لازماً اُسی قسم کے اعتراضات دوسرے نبیوں، دوسرے راستبازوں اور دوسری راستبازیوں پر بھی پڑتے ہیں مگر لوگ ہیں کہ اس صداقت کو تسلیم نہیں کرتے حالانکہ الٰہی سنت یہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اس قسم کا بنایا ہے کہ اس کا ہر دن پہلے دن کے مشابہہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے نبی تھے جو آئے، پھر حضرت نوحؑ آئے، پھر حضرت ابراہیم آئے، پھر حضرت موسیٰؑ اور پھر حضرت عیسیٰؑ آئے اور اسی طرح اور بہت سے انبیاء درمیانی زمانوں میں آتے رہے، یہ صرف چند معروف نام ہیں جو میں نے لئے، اِسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور دوسرے مُلکوں میں حضرت کرشنؑ آئے، حضرت رام چندرؑ آئے، حضرت زرتشتؑ آئے لیکن ان سب کے حالات یکساں ملتے چلے جاتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کے دشمنوں کے حالات بھی آپس میں بالکل یکساں ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ انبیاء ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں، وہاں یہ بھی فرماتا ہے کہ کفار بھی ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَتَوَاصَوْا بِهٖ [۳] کیا یہ کفار وصیت نامہ لکھتے چلے گئے تھے کہ جب اگلا نبی آئے تو اس پر بھی تم ایسا ہی اعتراض کرنا۔ پھر اگر کفار ایک سے چلے جاتے ہیں تو منافق بھی ایک سے چلے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو

نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم اس طرح نفاق نہ کرو جس طرح موسیٰ کے زمانہ میں بعض لوگوں نے نفاق کیا اور آپ کو ان کے افعال سے اذیت پہنچی۔[۴] مگر کرنے والوں نے اسی طرح نِفاق کیا۔ پھر اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ آیا تو وہی کچھ جو پہلے انبیاء کے زمانہ میں ہوتا رہا اب ہو رہا ہے اور جس طرح پہلے منافق اعتراض کیا کرتے تھے اسی طرح موجودہ زمانہ کے منافق اعتراضات کرتے نظر آتے ہیں۔

میں نے ایک پچھلے خطبہ جمعہ میں منافقوں کی بعض علامات بتائی تھیں اور جماعت کے دوستوں کو سمجھایا تھا کہ منافق کون ہوتا ہے اور اس کی کیا کیا علامتیں ہوتی ہیں۔ اس پر مجھے ایک منافق کا ایک گمنام خط آیا۔ یہ شخص پہلے بھی کئی دفعہ ایسے خط لکھ چکا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ یہ مصری پارٹی کا کوئی فرد ہے مگر خطوں میں ہمیشہ مصری صاحب کو ''کمبخت مصری'' لکھا کرتا ہے لیکن بات وہی کرتا ہے جو مصری پارٹی کرتی ہے۔ پھر نہ معلوم اس کا ''کم بخت'' کہنا کیا معنے رکھتا ہے اگر تو وہ انہی میں سے ہے تو یہ اول درجہ کی بے حیائی ہے کہ ان میں سے ہوتے ہوئے ''کمبخت مصری'' لکھتا ہے۔ اور اگر ان میں سے نہیں تو یہ اوّل درجہ کا پاگل ہے کہ بات تو وہی کہتا ہے جو مصری پارٹی کہہ رہی ہے مگر پھر انہیں ''کم بخت'' کہتا ہے۔ تو کئی خطوط اس گمنام خط بھیجنے والے کے میرے نام آئے ہیں۔ میں ''کئی خطوط'' اس لئے کہتا ہوں کہ یہ خود بھی اپنے اس خط میں تسلیم کرتا ہے کہ پہلے جو خط آپ کو ملے ہیں وہ بھی میرے ہی ہیں۔ دوسرے ان تمام خطوط کا طرزِ تحریر آپس میں ملتا ہے۔ وہ اس خط میں اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ دیکھو تم نے منافقوں کے متعلق ایک خطبہ پڑھا مگر تم نے یہ نہ سمجھا کہ منافقت کا دائرہ تم نے اتنا وسیع کر دیا ہے کہ اب کوئی مومن رہ ہی نہیں سکتا بلکہ ہر شخص پر نِفاق کا شُبہ ہوسکتا ہے۔ حالانکہ میرا مضمون کیا تھا؟ میرا مضمون یہ تھا کہ منافق چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہوتے ہیں جو کسی ڈر یا لالچ کے ماتحت ایک مذہب میں داخل ہو جاتے ہیں ورنہ ایمان ایک دن بھی اُن کے دلوں میں داخل نہیں ہوتا وہ کفر کی حالت میں پیدا ہوتے، کفر کی حالت میں اسلام میں داخل ہوتے اور کفر کی حالت میں ہی مر جاتے ہیں۔ اب بتایا جائے وہ کون سے مؤمن اور مخلص ہیں جو اِس تعریف کے اندر آ جاتے ہیں۔ آیا بعض مؤمن اور مخلص بھی ذاتی فوائد کے لئے الٰہی سلسلہ میں داخل ہوا کرتے ہیں

اور آیا ان کے دلوں میں ایک دن بھی ایمان کبھی داخل نہیں ہوتا۔ پھر دوسری قسم منافقوں کی میں نے یہ بیان کی تھی کہ بعض لوگ ایمان کی حالت میں ایک مذہب قبول کرتے ہیں مگر بعد میں ان کے دلوں میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مرتد ہو جاتے ہیں۔ اس تعریف کے ماتحت بھی بھلا کونسا مخلص ہے جو آ سکے اور کونسے مخلصوں کو میں نے یہ تعریف کر کے منافق بنا دیا ہے۔ کیا مخلص بھی کبھی مرتد ہؤا کرتے ہیں یا وہ جو ایمان سے داخل ہوتے اور بعد میں مرتد ہو جاتے ہیں۔ انہیں منافقین کی بجائے سابقون الاولون اور انصار اور مہاجر کہنا چاہیئے۔ پھر میں نے کہا تھا کہ منافقوں کی ایک قسم وہ ہے جن کے اندر ایمان تو ہوتا ہے مگر ساتھ کفر بھی ہوتا ہے اور اس ایمان اور کفر کے ان پر دَورے آتے رہتے ہیں۔ کبھی قربانیاں کرنے لگ جائیں گے اور کبھی ہمت ہار کر بیٹھ جائیں گے اور سلسلہ اور نظام پر اعتراض کرنے لگ جائیں گے۔ اس تعریف کے ماتحت بھی کوئی مخلص نہیں آ سکتا کیونکہ مخلص اور مؤمن کبھی ہمت نہیں ہارا کرتے اور ان پر انکار اور بُزدلی کا دَورہ کبھی نہیں آیا کرتا۔

پھر منافقوں کا چوتھا گروہ میں نے اُسے قرار دیا تھا جو مؤمن کی بات کو بُرا سمجھتا اور منافق کی دوستانہ تعلقات کی وجہ سے تائید کرتا رہتا ہے۔ اب بتاؤ اس دائرہ میں بھی کونسے مخلص آ سکتے ہیں یا کونسے ایسے مؤمن ہیں جو اِس تعریف کی زد میں آ سکتے ہیں۔ اگر واقع میں کوئی مخلص ہے تو وہ مخلصوں کی تائید کرے گا منافقوں کی تائید کس طرح کرے گا۔ اور اگر وہ منافقوں کی تائید کرے گا تو اُسے مخلص اور مؤمن سمجھنا غلطی ہوگا۔

غرض منافقین کی جو علامتیں میں نے بتائی تھیں ان میں سے کوئی بھی ایسی علامت نہیں جس سے مخلصین کے اخلاص اور مؤمنین کے ایمان کو اشتباہ کی نگاہوں سے دیکھا جا سکے۔ پھر جو کچھ میں نے بیان کیا تھا قرآن کریم سے بیان کیا تھا اگر اسے یہ باتیں بُری معلوم ہوتی ہیں تو وہ قرآن کریم سے یہ آیتیں نکال کر پھینک دے اور کوئی ایسا قرآن چھاپے جس میں یہ آیتیں موجود نہ ہوں۔ جس دن وہ ایسا قرآن چھاپ دے گا ہم سمجھ لیں گے کہ اب ہمیں منافقوں کی یہ تعریف نہیں کرنی چاہیئے لیکن اگر یہ آیتیں قرآن کریم میں رہیں گی اور ہمیشہ رہیں گی اور قیامت تک کوئی کافر اور منافق ان کو قرآن کریم سے نکال نہیں سکتا تو جب تک یہ آیتیں موجود ہیں،

ایسے لوگ منافق ہی رہیں گے اور کسی صورت میں منافقت کا داغ ان کے چہروں سے مٹ نہیں سکتا۔ آخر وَ فِيۡكُمۡ سَمّٰعُوۡنَ لَهُمۡ ؕ۵ قرآن کریم میں مَیں نے نہیں لکھ دیا۔ منافق قرآن کریم کے تمام نسخوں کو دیکھ لیں ان نسخوں کو بھی دیکھ لیں جو میری اس بیان کردہ تعریف سے پہلے کے چھپے ہوئے ہیں اور پھر دیکھیں کہ آیا ان نسخوں میں یہ آیت ہے یا نہیں اور جب ہے تو وہ خود ہی سوچیں کہ اس میں میرا کیا دخل ہوا۔ انہیں اگر اعتراض کا شوق ہے تو وہ خدا پر کریں کہ اس نے کیوں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ایسی جھوٹی بات قرآن کریم میں لکھ دی جو ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور جسے موجودہ منافق غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس نے آپ ہی آپ ایک بات قرآن کریم میں لکھ دی حالانکہ اسے چاہئے تھا کہ وہ پہلے ان منافقوں سے مشورہ لیتا اور پوچھتا کہ منافق کون ہوتا ہے پھر جو تعریف یہ بتاتے اسے قرآن کریم میں نازل کرتا۔ لیکن اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہوا ہوتا ہے اور لکھا ہوتا ہے کہ ہم سلسلہ کے خادم ہیں مگر اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہوا ہے اس پر یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کرلیا کرتے ہیں، اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کرلیا تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے جو ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔ اس اعتراض سے پتا لگتا ہے کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے اس لئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ آپ نبی اللہ تھے مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

تو جب کوئی شخص ایک سچائی پر اعتراض کرتا ہے اسے لازماً دوسری سچائیوں پر بھی اعتراض کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً مصری صاحب کو سب سے پہلے میری خلافت میں نقائص نظر آئے۔ اب اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر بھی ان کا حملہ ہو کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں اسی طرح وہ بھی خلیفہ تھے، جس طرح میں یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے کسی انسان نے نہیں بنایا اسی طرح آپ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کسی

انسان کی یہ طاقت نہیں کہ مجھے خلافت سے معزول کرے۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میری خلافت پر اعتراض کرے گا وہ ابلیس بن جائے گا اور جب میں مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اُس کو آپ کھڑا کرے گا۔

پس جب انہوں نے بھی یہی باتیں کہی ہیں تو معترض اپنے دل میں سوچتا اور کہتا ہے اگر حضرت خلیفہ اوّل کی باتیں صحیح تھیں تو موجودہ خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور اگر موجودہ خلافت قابلِ اعتراض ہے تو حضرت خلیفہ اوّل کی خلافت بھی باطل ہے اور چونکہ اس کے دل میں بُغض ہوتا ہے اس لئے وہی اعتراض جو وہ مجھ پر کرتا ہے حضرت خلیفہ اوّل پر بھی کر دیتا ہے اور اس طرح ان کی خلات کا بھی منکر ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے اوپر جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان پیشگوئیوں کو دیکھتا ہے جو آپ نے میرے متعلق فرمائیں، آپ کی ان دعاؤں کو پڑھتا ہے جو آپ نے میرے لئے اور اپنی باقی اولاد کے لئے کیں، تو اسے کہنا پڑتا ہے کہ یہ بھی غلط ہی ہیں۔ وہ پیشگوئیاں سنتا اور کہتا ہے کہ یہ پوری نہیں ہوئیں اور دعاؤں کا ذکر سنتا ہے تو کہتا ہے ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعائیں بیشک کی تھیں مگر وہ قبول نہیں ہوئیں۔ ان کم بختوں کی دعائیں تو قبول ہو جائیں لیکن اگر دعائیں قبول نہ ہوں تو خدا کے مسیحؑ اور اس کے نبی کی! اپنے متعلق تو ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ بار بار کہتے ہیں ہم دعا کریں گے اللہ تعالیٰ ہمیں غلبہ دے گا اللہ سچوں کی سنتا ہے۔ مگر کیا مسیح موعودؑ ہی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ احرار کے اقوال کے مطابق کذّاب اور دجال تھا کہ خدا نے اس کی دعاؤں کو نہ سنا۔ وہ سنتا ہے تو انہی منافقوں اور بد باطنوں کی۔ پھر لکھنے والا مجھے لکھتا ہے تم نے جماعت سے نذرانے وصول کر کے اسے غریب کر دیا۔ تم اس وقت یہاں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہو، کیا تم میں سے کوئی ایک شخص بھی قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ میں نے کبھی ایک پیسے کا بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ میرا طریق ہمیشہ یہ ہے کہ بعض دوست میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں ہم فلاں چیز آپ کے لئے لانا چاہتے ہیں وہ کس سائز کی ہو۔ مثلاً بوٹ کا کیا سائز ہو، یا جرابیں کس سائز کی ہوں مگر میں کبھی انہیں جواب نہیں دیتا سوائے اس کے کہ بعض دفعہ کوئی پیچھے پڑ کر پاؤں کا ناپ لے لے تو یہ دوسری بات ہے۔ ورنہ میں نے کبھی کسی کو بھی ایسی باتوں کا جواب نہیں دیا بلکہ بعض تو کئی کئی

خط لکھتے ہیں اور جب میں جواب نہیں دیتا تو وہ شکایت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں شاید میں ان کے خطوں کا اس لئے جواب نہیں دیتا کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہوں حالانکہ میں جواب اس لئے نہیں دیتا کہ یہ بات میری طبیعت کے خلاف ہے اور میں اسے بھی سوال کا ایک رنگ سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر کوئی دوست خود بخود کوئی تحفہ دے جائے تو میں اسے رد بھی نہیں کرتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ ایسے تحائف قبول فرما لیا کرتے تھے۔آپ نے فرمایا بھی ہے کہ بِغَیْرِ اَشْرَافِ نَفْسٍ بغیر نفس کی خواہش کے اگر کوئی شخص تحفہ دے تو اُسے قبول کرلو۔[۶] بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْہِ اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ایسے تحائف قبول کرلیا کرتے ۔آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجارت نہیں کیا کرتے تھے آپ کی کوئی جائداد نہیں تھی ۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں کوئی اجر نہیں مانگتا۔ایسی صورت میں صحابہ میں سے اگر کوئی اپنی مرضی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً کچھ پیش کرتا تو آپ اسے قبول فرما لیتے[۷] اور اگر کوئی آپ ہی اپنی مرضی سے خدمت کرتا اور پھر اس کا احسان جتاتا ہے تو اس سے زیادہ گندہ اور کمینہ شخص اور کون ہوسکتا ہے اور کب اسے کہا گیا تھا کہ کچھ دو۔اسی طرح میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں کہ مجھے کچھ مت دو اور اگر کوئی مجھ سے کچھ لانے کے لئے پوچھتا بھی ہے تو میں اس کا جواب نہیں دیتا۔ایسی حالت میں بغیر میری خواہش کے اگر کوئی شخص مجھے نذرانہ دیتا ہے تو وہ اپنی مرضی سے دیتا ہے میں نے کبھی کسی سے نذرانہ نہیں مانگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام میں سیالکوٹ کے ایک زمیندار دوست نے میرے ہاتھ پر چونی رکھ دی مجھے یاد ہے کہ اس وقت شرم کے مارے میرا جسم پسینہ پسینہ ہوگیا اور میں اس مجلس سے بھاگا اور سیدھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی خدمت میں پہنچا اور وہ چونی آپؑ کے سامنے پیش کردی اور شکوہ کیا کہ ایک شخص نے آج میرے ہاتھ پر یہ چونی رکھ دی ہے ۔اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ مجھے اس کا فعل اچھا نہیں لگا۔فرمایا تمہیں اس کے جذبے کی قدر کرنی چاہیئے اس نے جو کچھ کیا ہے محبت کے ماتحت کیا ہے،تمہاری ہتک کرنے کے خیال سے نہیں کیا۔حدیث میں بھی آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کچھ دے تو وہ لے لو۔

چنانچہ اب اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے مجھے کچھ دے دے تو میں لے لیتا ہوں ورنہ مانگنے کے لحاظ سے کوئی شخص ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کبھی کسی سے کچھ مانگا ہو۔ باقی رہے چندے سو اگر میں نے اپنے لئے جماعت سے نذرانے لینے ہوتے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ میں چندے کم لگاتا تا جماعت کے پاس روپیہ رہے اور وہ نذرانوں میں مجھے دیتی رہے۔ کیونکہ میں خیال کرتا اگر تمام روپیہ سلسلہ کے خزانہ میں چلا گیا تو جماعت غریب ہو جائے گی اور وہ مجھے نذرانے نہیں دے سکے گی۔ پس اس نقطہ نگاہ کے ماتحت مجھے چندے کم لگانے چاہئیں تھے مگر میرا زیادہ چندے مانگنا ہی بتاتا ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں سلسلہ کی خیر خواہی کے لئے کر رہا ہوں۔

پھر میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض صرف مجھ پر ہی نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام پر بھی اعتراض پڑتا ہے۔ دشمنوں کی تمام کتابیں اس قسم کے اعتراضات سے بھری پڑی ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے زمانہ میں بعض منافق بھی اس قسم کے اعتراض کر دیا کرتے تھے۔

لدھیانہ کا ایک شخص تھا جس نے ایک دفعہ مسجد میں مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب کے سامنے کہا کہ جماعت مقروض ہو کر اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر چندہ میں روپیہ بھیجتی ہے مگر یہاں بیوی صاحبہ کے زیورات اور کپڑے بن جاتے ہیں اور ہوتا ہی کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا اس پر حرام ہے کہ وہ ایک حبہ بھی کبھی سلسلہ کے لئے بھیجے اور پھر دیکھے کہ خدا کے سلسلہ کا کیا بگاڑ سکتا ہے اور آپ نے فرمایا کہ آئندہ اس سے کبھی چندہ نہ لیا جائے حالانکہ وہ پرانا احمدی تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے دعویٰ سے پہلے بھی آپ سے تعلق رکھتا تھا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے زمانہ میں تو ایک بے دین اور بے ایمان شخص کے لئے اشتباہ کا موقع کسی حد تک پیدا ہو سکتا تھا کیونکہ نذرانہ کا روپیہ اور لنگر خانہ کا روپیہ اکٹھا آتا تھا مگر ہمارے زمانہ میں یہ بات بھی نہیں۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں مَیں لنگر کا افسر تھا اور یہ بات میں بھی جانتا ہوں اور دوسرے سب دوست بھی جانتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اوّل کے گھر ہمیشہ لنگر سے

کھانا جایا کرتا تھا مگر ہمارے گھر میں تو کبھی لنگر کا کھانا نہیں آیا۔ میری خلافت پر ابھی دو چار دن ہی گزرے تھے کہ میں نے اپنے گھر والوں کو نہایت سختی سے روک دیا اور کہا کہ لنگر سے کھانا کبھی نہیں منگوانا لنگر تمہارا ذمہ دار نہیں۔ تم چاہو تو پہرے لگا کر دیکھ سکتے ہو کہ آیا یہ بات درست ہے یا نہیں اور آیا کبھی بھی ہمارے گھر لنگر خانہ سے کھانا آیا حالانکہ حضرت خلیفہ اوّل کے گھر ہمیشہ لنگر کا کھانا جایا کرتا تھا۔

صدر انجمن احمدیہ کے جو کارکن ہیں ان میں بھی بعض منافق ہیں وہ اور دوسرے منافق ہمت کر کے ایک لسٹ کیوں شائع نہیں کرتے جس سے ہر شخص کو یہ معلوم ہو سکے کہ میں جماعت کا کتنا روپیہ کھا گیا ہوں۔ اگر ان میں ہمت ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا دعویٰ درست ہے تو وہ ایسی لسٹ شائع کر دیں پھر لوگوں کو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ کون درست بات کہہ رہا ہے اور کون غلط۔ میری تو یہ حالت ہے کہ میں سوائے اس رقم میں سے جس کے متعلق مجلس شوریٰ نے میری عدم موجودگی میں فیصلہ کیا تھا قرض کے طور پر اخراجات لینے کے بطور امداد انجمن سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتا، بلکہ کئی دفعہ میرے چندے ان رقموں سے بڑھ جاتے ہیں جو جماعت کے دوستوں کی طرف سے بطور نذرانہ وغیرہ ملتی ہیں۔

اسی طرح اُس نے لکھا ہے کہ آپ کو روپیہ دیتے دیتے جماعت غریب ہوگئی۔ چنانچہ وہ اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتا ہے حکیم نظام الدین صاحب کا لڑکا صلاح الدین رشید تو تعلیم سے محروم رہے مگر تمہارے لڑکے ولایت تک تعلیم حاصل کر آئیں یہ کونسا انصاف ہے حالانکہ ہمارے لڑکے اگر ولایت تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے ہیں تو اس کے خرچ کا بار جماعت پر نہیں پڑا بلکہ ہم نے اپنی زمینیں فروخت کر کے انہیں ولایت تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

پس میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ہمارے لڑکوں کے پڑھنے سے جماعت کیونکر غریب ہوگئی۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ہمارے لڑکے پڑھیں اپنے خرچ پر اور غریب جماعت ہو جائے۔ ولایت تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہمارے تین لڑکے گئے ہیں اور تینوں کے لئے ہم نے اپنی زمینیں فروخت کیں۔ مرزا عزیز احمد صاحب کا لڑکا تعلیم حاصل کرنے کے لئے گیا تھا جو بے چارہ فوت بھی ہوگیا اس کے لئے انہوں نے اپنے حصہ کی زمین فروخت کی تھی۔

میاں شریف احمد صاحب نے اپنے لڑکے کو بھیجا تو انہوں نے اپنے حصہ کی زمین فروخت کی اور میاں بشیر احمد صاحب نے اپنا لڑکا بھیجا تو انہوں نے اپنے حصہ کی زمین فروخت کی صرف میں نے اپنے لڑکے کے لئے کوئی زمین نہیں بیچی مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اس پر جماعت کا خرچ ہوا۔ اس پر بھی جماعت کا ایک پیسہ خرچ نہیں ہوا بلکہ بات یہ ہوئی کہ جب میرے بھائیوں نے اپنے لڑکوں کو ولایت بھیجنے کے خیال کا اظہار کیا تو ہماری جماعت کے ایک مخلص دوست نے مجھے میرے لڑکے کے متعلق لکھا کہ چونکہ بڑے ہو کر اس نے دین کی خدمت کرنی ہے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ اسے اپنے خرچ پر ولایت بھجوا دوں تا کہ اسے تجربہ حاصل ہو جائے۔ چونکہ پہلے لڑکوں کے لئے تو ہم نے زمینیں فروخت کرنی تھیں اگر اس کے لئے بھی کوئی زمین فروخت کی جاتی تو یہ بار مشکل سے سہارا جا سکتا اس لئے میں نے اپنے بچہ کو سمجھا دیا تھا کہ تم دل میں کوئی اور خیال نہ لانا کہ اَوروں کو تو ولایت بھیجا جا رہا ہے مگر مجھے نہیں بھیجا جاتا کیونکہ تمہارے بھائیوں کے جانے کی صورت میں ایک وقت اس قدر روپیہ جمع نہیں کیا جا سکتا اور وہ بالکل اِس پر خوش تھا۔

لیکن اس دوست نے لکھا کہ میری نیت یہ ہے کہ میں اپنا روپیہ خرچ کر کے آپ کے بچہ کو ولایت تعلیم دلاؤں اور اسے ولایت بھیجوں۔ تب میں نے انہیں لکھا کہ میری غیرت اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ میرے بچہ کے اخراجات آپ برداشت کریں۔ انہوں نے اصرار کیا اور بہت اصرار کیا جس پر آخر میں نے انہیں لکھا کہ اس شرط پر میں آپ کی تجویز مان سکتا ہوں کہ آپ کا جس قدر روپیہ خرچ ہو وہ آپ میرے ذمہ اپنا قرض سمجھیں جب خدا تعالیٰ مجھے توفیق دے گا تو میں اسے اتار دوں گا۔ انہوں نے کہا بہت اچھا مجھے یہ بات منظور ہے۔ چنانچہ وہ ان کے خرچ پر ولایت گیا اور انہی کے خرچ پر تعلیم پاتا رہا۔ مجھے اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس پر ان کا کیا خرچ ہوا اور کس قدر وہ رقم اسے دیتے رہے پس میرے بچہ کے اخراجات وہی دوست برداشت کر رہے ہیں۔ انجمن کا تو ایک پیسہ بھی ہم پر حرام ہے۔ باقی اخراجات کے متعلق رجسٹرات موجود ہیں۔ وہ زمینیں دیکھی جا سکتی ہیں جن کو ہم نے فروخت کیا ہے اپنے بچہ کے متعلق اس دوست کا نام مَیں ابھی ظاہر نہیں کرتا جنہوں نے اس کے تمام اخراجات برداشت کئے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ میں نے جو بات بیان کی ہے وہ غلط ہے

اور اس پر صدر انجمن کا روپیہ خرچ ہؤا ہے تو میں اُس دوست سے کہوں گا کہ اب اگر آپ کا نام ظاہر کر دیا جائے تو اس میں آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ ان بینکوں کے نام جن کی معرفت اسے روپیہ جاتا رہا۔ روپیہ بھیجنے والے دوست کا نام اور اسی طرح کی اور تمام باتیں ہمارے علم میں ہیں اور ہم بوقت ضرورت ان کا اظہار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پس میں نہیں سمجھتا کہ جماعت اس وجہ سے غریب کس طرح ہوگئی اور اگر سلسلہ کے لئے چندہ لینے کی وجہ سے جماعت غریب ہوگئی ہے تو جیسے دوسروں سے میں نے چندہ لیا ہے اسی طرح خود بھی چندہ دیا ہے پس وہ غریب ہوگئے اور میں بھی غریب ہوگیا مگر دنیا کی نظر میں ہم غریب ہوئے خدا کی نگاہ میں غریب نہیں ہوئے بلکہ ہم میں سے ہر شخص جو مؤمن ہے سمجھتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کر کے مالدار بن گیا ہوں کیونکہ جب ہمیں اس کے رستہ میں اپنے اموال قربان کرنے کی توفیق مل گئی تو یہی بڑی سعادت اور بڑی عزت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ان باتوں کے کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور محض منافقوں کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے کہنی پڑتی ہیں۔ ورنہ ہم نے جو کچھ دیا ہے اپنے خدا کے لئے دیا ہے، کسی بندہ کے لئے تھوڑا دیا ہے۔ میں نے اگر اس کی راہ میں کچھ روپیہ دیا ہے تو وہ میرے رب کی ایک چیز تھی اس نے مطالبہ کیا اور میں نے اس کا ایک حصہ دے دیا میں شرمندہ ہوں کہ میں نے سارا نہیں دیا اور جو حصہ دیا ہے اُس کا ذکر بھی میں کبھی نہ کرتا اگر منافق مجھ پر اعتراض نہ کرتے۔ تو وہ کہتے ہیں اور بار بار اپنے خطوں میں لکھتے ہیں کہ میں جماعت کا روپیہ کھا گیا۔ میں ان سے کہتا ہوں انجمن کے رجسٹر موجود ہیں کیا کوئی شخص ثابت کر سکتا ہے کہ میں نے ایک پیسہ بھی کھایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تم سینکڑوں روپیہ ماہوار اپنی بیویوں کے لئے اور ہزاروں روپیہ ماہوار اپنے بچوں کے لئے لیتے ہو جماعت یہ روپیہ دیتی دیتی کنگال ہوگئی حالانکہ میں نہ سینکڑوں روپیہ بیویوں کے لئے لیتا ہوں نہ ہزاروں روپیہ بچوں کے لئے اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے بالکل جھوٹ اور افتراء ہے۔ ہمارے چار بچے بیشک ولایت تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے تین کے لئے ہم نے اپنی زمینیں فروخت کیں اور ایک کو ایک دوست نے اپنے خرچ پر بھیجا۔

پھر بعض لوگ ہم پر اعتراض کرتے اور کہتے ہیں کہ تم نے اپنے نفع کے لئے قادیان میں زمینوں کی قیمتیں بہت بڑھا رکھیں ہیں حالانکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہم نے زمین کی قیمتیں گرائی ہوئی ہیں، بڑھائی ہوئی نہیں۔ ۱۹۱۴ء میں جب پہلی دفعہ محلّہ دارالفضل کے لئے ہم نے اپنی زمین فروخت کی تو وہ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے لئے کی تھی اور تین ہزار روپیہ اس طرح جمع کیا تھا۔ چنانچہ وہ زمین فروخت کر کے ہم نے پہلے پارے کا ترجمہ چھپوایا اور صدر انجمن احمدیہ کو دے دیا۔ اس وقت بعضوں نے کہا بھی کہ آپ ابھی یہ زمین نہ بیچیں کچھ عرصہ کے بعد زمین کی قیمت بہت بڑھ جائے گی اس وقت فروخت کر دیں لیکن میں نے کہا کہ اوّل اس وقت قرآن کریم کی اشاعت کی ضرورت ہے اس کے لئے ہر قربانی کرنا ہمارا فرض ہے اور دوسرے قیمت کے زیادہ ہونے کا انتظار کرتے رہیں گے تو قادیان کی ترقی کس طرح ہوگی۔ چنانچہ اس وقت نہایت سَستے داموں پر ہم نے یہ زمین فروخت کر دی۔

پھر لوگ کہتے ہیں زمینوں کے بارہ میں غیروں سے سختی کی جاتی ہے حالانکہ قادیان میں جس قدر آبادی ہے اتنی آبادی اور کسی شہر میں ہو تو وہاں کبھی اِس قیمت پر زمینیں نہ ملیں جس قیمت پر ہم یہاں دیتے ہیں۔ اور شہروں میں پھر کر دیکھ لیا جائے جتنی بستی قادیان کی ہے اتنی بستی اگر کوئی اور ہوگی تو وہاں یہاں کی نسبت بہت زیادہ زمین کی قیمت ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ہندو چلے جاتے ہیں اور منڈیوں اور تجارت کی وجہ سے زمینوں کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ ہم پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہندوؤں کو قادیان میں زمینیں نہیں لینے دیتے حالانکہ اگر ہم اس پابندی کو اڑا دیں اور ہندوؤں کے لئے بھی زمین خریدنے کا رستہ کھول دیں تو دو سال کے اندر اندر موجودہ قیمتوں سے چار پانچ گُنا قیمت بڑھ جائے۔ قادیان ایک بڑھتا ہوا شہر ہے اگر ہم اجازت دے دیں تو سینکڑوں ہندو یہاں آ کر آباد ہو جائیں۔ چنانچہ بیسیوں دفعہ سری گوبند پور اور بٹالہ وغیرہ کے سیٹھ اِس امر کی کوشش کر چکے ہیں کہ اُنہیں یہاں زمین مل جائے۔ ہندوؤں کے پاس روپیہ ہوتا ہے اِس لئے وہ جہاں جائیں گے زمین کی قیمت بڑھ جائے گی۔ منٹگمری میں بعض چھوٹی چھوٹی جگہیں ہیں جیسے عارف والا مگران کی قیمتیں قادیان سے بہت زیادہ ہیں اور اگر ہم سلسلہ کے نظام اور احمدیت کے قیام کی خاطر یہ شرط نہ رکھیں کہ یہاں صرف احمدی ہی

زمین خرید سکتے ہیں غیروں کو زمین نہیں دی جاسکتی تو جس ایکڑ کا آج ہمیں ہزار دو ہزار روپیہ ملتا ہے اسی ایکڑ سے ہمیں دس بیس ہزار روپیہ مل جائے ۔ یہ ایک ایسی سیدھی سادی بات ہے کہ جسے ذرا بھی تجربہ ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ صحیح ہے ۔ یہاں منڈی کے لئے ہم نے تجویز کی تو پانچ سات ہندو ہم سے کہتے تھے کہ ہمیں یہاں کی زمین کا حق ملکیت دے دیا جائے ہم یہاں آنے کے لئے تیار ہیں مگر ہم نے دیکھا کہ اس میں سلسلہ کا نقصان ہے اس لئے انہیں کہا تم اگر چاہو تو کرایہ دار کی حیثیت سے رہو۔ حقوق مالکانہ ہم تمہیں نہیں دیں گے مگر وہ حق ملکیت لینے پر اصرار کرتے تھے اور اس طرح بات رہ گئی ۔ حالانکہ اگر ہم سلسلہ کے مفاد اور اس کی ترقی کا خیال نہ رکھیں تو ہمیں بہت زیادہ قیمتیں ہندوؤں اور سکھوں سے مل سکتی ہیں تو ہمارے اس فعل کی وجہ سے ہماری زمینوں کی قیمتیں بہت گری ہوئی ہیں ۔ ورنہ اگر دو سال کے لئے ہی ہم اس شرط کو اُڑا دیں اور ہندوؤں اور سکھوں کو زمینیں دینی شروع کر دیں تو قادیان کی زمینوں کی چار یا پانچ گُنا قیمت بڑھ جائے ۔ قادیان تو بہت بڑھتی ہوئی جگہ ہے ۔ تم وڈالہ گرنتھیاں کو ہی دیکھ لو پہلے وہ بھاں بھاں کرتا ہوا ایک گاؤں تھا مگر اب وہاں کارخانے کھل گئے ہیں اور کئی ہندو اور سکھ وہاں آ کر آباد ہو گئے ہیں ۔ اب تو ریل یہاں آ کر ختم ہو گئی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں کی تجارت کی مار بیس بیس میل پر پڑتی ہے ۔ مشرق اور شمال کی طرف اور کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں منڈی بن سکے ۔ پس یہاں کی تجارت کا بیس بیس میل پر اثر پڑ سکتا ہے اور کروڑوں کی تجارت یہاں ہو سکتی ہے ۔ بٹالہ کے کئی ہندوؤں نے ہم سے خواہش کی کہ ہمیں قادیان میں زمین دی جائے ہم وہاں اپنے کارخانے کھولنا چاہتے ہیں مگر ہم نے سوچا کہ اس میں گو ہمارا ذاتی فائدہ ہے مگر احمدیت کا نقصان ہے اور ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ احمدیت کو نقصان ہو اس لئے انکار کر دیا ۔ اگر ہم انہیں آنے کی اجازت دے دیتے تو جس زمین کی قیمت آج سَو روپے ہے اس کی ہزار روپیہ ہوتی اور دس دس میل تک جس قدر ہندو ساہوکار تاجر اور کارخانہ دار ہیں وہ یہاں جمع ہو جاتے ۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس کی اجازت دی جاتی تو چار پانچ سَو ہندو تاجر اِس وقت تک قادیان میں جمع ہو چکا ہوتا اور ان کی وجہ سے ہماری زمینیں نہایت گراں قیمت پر فروخت ہوتیں ۔ پس گو ہمیں اس کا فائدہ رہتا مگر یہ ضرور ہوتا کہ احمدیت کو جو یہاں غلبہ حاصل ہے

وہ جاتا رہتا اور کئی احمدی ان مالدار ہندوؤں کے دستِ نگر ہو جاتے۔ پھر احمدی قانون جس رنگ میں ہم اپنی جماعت پر اس وقت جاری کر رہے ہیں وہ دوسری صورت میں نہ کر سکتے اس لئے کہ احمدیوں میں سے بہت سے لوگ ان کے دستِ نگر ہو جاتے مگر ذاتی فائدہ یقیناً ہمیں بہت زیادہ ہوتا۔

غرض اپنی زمینوں کو فروخت کر کے ہم نے اپنے بچوں کو تعلیم دلائی ہے اور جب زمینیں ہم نے اپنی فروخت کی ہیں تو یہ سمجھ میں نہیں آسکتا کہ جماعت کیونکر غریب ہوگئی۔ دنیا میں ہر شخص اپنی جائدادیں فروخت کرنے کا حق رکھتا ہے اور کئی لوگ ہیں جو جائدادیں فروخت کر کے اپنے بچوں کو تعلیم دلاتے ہیں۔ پس اگر ہم نے بھی اپنے بچوں کو جائداد کا ایک حصہ فروخت کر کے تعلیم دلا دی تو اس سے ان کا نقصان کیا ہؤا۔ مگر ان کا اعتراض کرنا بتاتا ہے کہ در پردہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے بُغض ہے اور وہ اتنا بھی پسند نہیں کر سکتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی پوتا تعلیم حاصل کرے خواہ اپنے خرچ پر ہی کرے حالانکہ صحابہؓ کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں جب گزارے مقرر ہوئے اور یہ سوال پیدا ہؤا کہ گزاروں کی تعیین کس رنگ میں ہونی چاہئے تو انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شخص جتنا زیادہ قریب ہے اُتنا ہی اُسے زیادہ دیا جائے۔ چنانچہ بارہ ہزار دینار سالانہ حضرت عباسؓ کا مقرر ہؤا، دس دس ہزار وظیفہ اُمہاتُ المؤمنین کا مقرر ہؤا پھر سات سات ہزار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے قریبی رشتہ داروں کا، پھر پانچ پانچ ہزار بدری صحابہؓ کا، پھر چار چار ہزار دینار فی کس ان صحابہؓ کا مقرر ہؤا جو فتح مکہ تک مسلمان ہو چکے تھے، پھر تین تین ہزار وظیفہ ان کا مقرر ہؤا جو جنگ یرموک تک مسلمان ہوئے تھے، اس طرح کم ہوتے ہوتے آخری فتوحات میں جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے ان کا سَو سَو اور دو دو سَو سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔[8]

حضرت عمرؓ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ تحائف کے طور پر باہر سے بہت سے کپڑے آئے آپ نے وہ تقسیم کئے۔ مگر فرمایا حسنؓ اور حسینؓ کے لئے ان میں سے کوئی ایسا کپڑا اچھا نہیں جو انہیں دے کر میرا دل خوش ہو چنانچہ آپ نے گورنر یمن کو خاص طور پر لکھا کہ

نہایت خوبصورت چادریں حضرت حسن اور حسین کے لئے بنوا کر بھیجی جائیں ۔ چنانچہ گورنر یمن نے جب چادریں بھیجیں تو حضرت عمرؓ نے وہ حضرت حسن اور حسین کو پہنائیں اور فرمایا آج میرا دل ٹھنڈا ہوا ہے ۔[9] مدینہ سے یمن سات سَو میل پر ہے اور اُن دنوں گھوڑوں کی سواری ہوا کرتی تھی مگر میں نے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتوں کے لئے تم سے سات میل سے بھی کبھی کوئی چیز نہیں منگوائی ۔

پھر اس شخص نے اپنی گندی فطرت کا اظہار ایک اَور رنگ میں بھی کیا ہے ۔ (معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ شخص ہمارے خاندان کی دوسری شاخ کے بعض لوگوں کے پاس جا کر بیٹھتا ہے ، (لکھتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب جیسا زانی جس مقبرہ میں داخل ہو جائے اُس مقبرہ کو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ بہشتی مقبرہ ہے ۔ ہم کہتے ہیں تم کچھ کہو جسے خدا نے توبہ کی توفیق عطا فرمادی ہو اُس کے خواہ کتنے بڑے گُناہ ہوں خدا اُن سب کو معاف کر دیتا ہے ۔ ایک صحابی کہتے ہیں ہم اسلام لانے سے پہلے رات دن زنا کرتے اور شراب نوشی میں مشغول رہتے تھے تو جب تک وہ سلسلہ سے باہر تھے ہم ان کے افعال کے ذمہ دار نہیں تھے مگر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات سے کچھ عرصہ قبل سلسلہ میں داخل ہونے اور توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمادی تو ہم کون ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بخشش کو محدود قرار دیں ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں بندہ کی توبہ اللہ تعالیٰ اُس وقت تک قبول کرتا ہے مَا لَمْ یُغَرْ غِرْ [10] جب تک اسے غرغرہ شروع نہ ہو ۔ اگر غرغرہ موت سے ایک منٹ پہلے بھی وہ توبہ کر لیتا ہے تو جنتی ہو جاتا ہے ۔ مرزا سلطان احمد صاحب کو تو غرغرہ موت سے بہت پہلے اللہ تعالیٰ نے توبہ نصیب کر دی تھی ۔ پھر میں کہتا ہوں زنا کیا اگر ساری دنیا کے گناہ بھی کوئی شخص کرے اور پھر سچے دل سے توبہ کرے تب بھی اُس کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کوئی حد بست نہیں ۔ پس ہمیں کسی کے اعمال میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہمیں تو یہ دیکھنا چاہئے کہ جب کوئی شخص توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے ۔

پھر وہ لکھتا ہے وہ تو پنجتن میں نہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ جو پنجتن ہیں تم نے اُن کی کون سی عزت کی ہے ۔ تم ہی ایک خط میں پہلے لکھ چکے ہو کہ ہم تمہاری قبریں بہشتی مقبرہ سے اُکھیڑ کر نعشوں کو باہر پھینک دیں گے ۔

پس تم نے پنجتن کا کونسا ادب کیا ہے جو کہتے ہو کہ مرزا سلطان احمد صاحب چونکہ پنجتن میں نہیں اس لئے ان کی نسبت اس قسم کی بات کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا بُغض میری ذات کی نسبت اس طرح ظاہر ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے کہیں خلافت جوبلی فنڈ کی تحریک کر دی اب اس دن سے وہ بے چارے بھی تختہ مشق بنے ہوئے ہیں اور ہر خط میں مجھ پر جو اعتراضات ہوتے ہیں ان میں چوہدری صاحب بھی شامل ہوتے ہیں اور کئی خطوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مرزا سلطان احمد اور چوہدری ظفر اللہ خاں جیسے گندے آدمی جس مقبرہ میں دفن ہو سکیں وہ مقبرہ بہشتی مقبرہ کہاں کہلا سکتا ہے۔ اسی طرح اور بھی کئی قسم کے اعتراض چوہدری صاحب پر کئے جاتے ہیں۔ خلافت جوبلی فنڈ کی تحریک سے پہلے تو اسے چوہدری صاحب میں کوئی عیب نظر نہ آیا مگر ادھر انہوں نے تحریک کی اور ادھر سے ان میں سَو سَو کیڑے نظر آنے لگ گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایک صداقت پر اعتراض کرتا ہے تو پھر اس کا قدم ٹھہرتا نہیں بلکہ اور دوسری صداقت پر بھی اس کے اعتراض کی زد پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ روپے کے بارے میں اگر مجھ پر اعتراض کیا جاتا ہے تو یہ مجھ پر ہی نہیں بلکہ پہلوں پر بھی پڑتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ہؤا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہؤا۔ حدیثوں میں آتا ہے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم کرنے لگے ایک شخص آپ کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا اور آپ کو غنائم کے اموال تقسیم کرتے دیکھتا رہا۔ جب آپ تمام اموال تقسیم فرما چکے تو کہنے لگا۔ یہ ایک ایسی تقسیم ہے جس میں خدا تعالیٰ کی رضا مندی مدنظر نہیں رکھی گئی۔ ھٰذِہٖ قِسْمَۃٌ مَا اُرِیْدَ بِھَا وَجْہُ اللّٰہِ [11] یہ تقسیم ایسی ہوئی ہے جس میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ نے اسے فرمایا۔ افسوس تیری حالت پر اگر میں انصاف کو مدنظر نہیں رکھوں گا تو پھر اور کون انصاف کرے گا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اس شخص کی نسل اور ہم خیالوں میں سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا، وہ نمازیں پڑھیں گے مگر ان کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا، وہ دین سے اِسی طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔[12] تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہ اعتراض ہؤا اور تاریخوں میں تو صرف ایک واقعہ کا ذکر آتا ہے۔

قرآن کریم کی شہادت یہ ہے کہ منافق ہمیشہ اُس قسم کے اعتراضات کیا کرتے تھے چنانچہ فرماتا ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ [۱۳] کہ منافق ہمیشہ صدقات کے بارے میں اعتراضات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی تقسیم درست نہیں ہوتی۔ تو اگر محض اعتراض کرنے سے بات بن سکتی ہے اور کسی ثبوت کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تو میں کہتا ہوں کہ مجھ پر ہی یہ اعتراض نہیں پڑتا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی پڑتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں لاہور گیا۔ اس وقت تک ابھی نمازیں علیحدہ نہیں ہوئی تھیں آپ فرماتے ہیں ایک مسجد میں بیٹھا وضو کر رہا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آ گئے اور بڑے غصہ سے کہنے لگے تم لوگ دینِ اسلام سے مرتد ہو، تم کہتے ہو قرآن کریم میں کوئی آیت منسوخ نہیں اور اس کی ہر آیت قابلِ عمل ہے یہ کیسا بیہودہ اور خلافِ قرآن عقیدہ ہے۔ آپ فرماتے مَیں چپکے سے سنتا جاؤں مگر وہ برابر گالیاں دیتا چلا گیا اور کہنے لگا تم بڑے بے دین، کافر اور مرتد ہو۔ پھر کہنے لگا۔ دیکھو سرسید جو نیچری خیالات کا تھا اس کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں۔ فرماتے تھے اس پر میں نے ہنس کر کہا چلو ہم دو ہو گئے۔ پھر کچھ دیر وہ گالیاں دیتا رہا اور آخر میں کہنے لگا ابو مسلم خراسانی کو جانتے ہو وہ بھی یہی عقیدہ رکھتا تھا کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ میں نے کہا بہت اچھا مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس کا بھی یہی عقیدہ تھا خیر تو پہلے ہم دو تھے اب تین ہو گئے ہیں۔ میں بھی کہتا ہوں کہ ہم بھی تین ہو گئے پہلے مجھ پر اعتراض ہؤا، پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض ہؤا، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض ہو گیا لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر شرافت کا ایک شمّہ بھی ان میں باقی ہے اور کوئی بھی تخمِ دیانت ان میں پایا جاتا ہے تو وہ ثبوت پیش کریں۔ وہ ایک ایک سو روپیہ جو میں نے کھایا ہے ثابت کرتے چلے جائیں اور میں چار چار، پانچ پانچ سَو کی جائداد ان کو اس جرمانہ میں دیتا چلا جاؤں گا۔

بعض کہتے ہیں تمہارے پاس روپیہ تو ہے مگر وہ تم نے بنکوں میں رکھوا دیا ہؤا ہے۔ احرار نے بھی ایک دفعہ اعتراض کیا تھا کہ ولایت کے بنکوں میں تین لاکھ روپیہ ان کا جمع ہے۔

میں نے اُس وقت انہیں جواب دیا تھا کہ تم جو اپنے گزارہ کے لئے لوگوں سے چندے جمع کرتے رہتے ہو، اب اس اعتراض کے بعد تمہیں وہ چندے جمع کرنے کی ضرورت نہیں تم ثابت کردو کہ فلاں بنک میں میرا تین لاکھ روپیہ جمع ہے میں فوراً چیک تمہارے نام بھجوا دوں گا تم وہاں سے روپیہ نکلوا لینا۔

باقی ہماری زمینیں ہیں اور میں لوگوں سے قرضہ بھی لیا کرتا ہوں، بعض زمینیں میں نے خریدی بھی ہیں مگر اسی طرح کہ بعض مکان گرو رکھ کر یا بعض دوستوں سے قرض لے کر۔ اگر اللہ تعالیٰ میری ان زمینوں میں برکت ڈال دے تو یہ اس کا فضل ہوگا مگر اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ دنیا کا یہ حق ہے کہ وہ مجھ سے حساب مانگے اور یقیناً جماعت کا حق ہے کہ وہ ایک ایک پیسے کا مجھ سے حساب لے۔ وہ مجھ سے پوچھ سکتی ہے کہ یہ مکان تم نے کہاں سے روپیہ لے کر بنوایا، یہ کپڑا تم نے کہاں سے خریدا، یہ جائداد تم نے کس طرح بنائی۔ یقیناً یہ سلسلہ کا حق ہے اور میں ہر وقت حساب دینے کے لئے تیار ہوں۔ وہ دوست موجود ہیں جن سے میں نے قرض لئے، وہ تحریریں موجود ہیں جو اس ضمن میں لکھی گئی ہیں سندھ میں جو زمین حکومت سے خریدی گئی۔ اس میں بھی پہلا حق میں نے جماعت کو ہی دیا تھا۔ چنانچہ ''الفضل'' کے فائل اور ہماری چٹھیاں گواہ ہیں کہ جب سندھ میں زمینیں ملنے لگیں تو ہم نے دوستوں کو توجہ دلائی کہ وہ انہیں خرید لیں مگر انہوں نے سمجھا جس طرح سٹور میں ہمارا روپیہ برباد ہوًا تھا اس طرح یہاں بھی برباد ہو جائے گا۔ اور جب انہوں نے کوئی توجہ نہ کی تو چونکہ ہم سودا کر چکے تھے اس لئے یہ زمین زیادہ تر انجمن نے لے لی اور باقی مختلف دوستوں کے ذمہ لگائی گئی۔ مگر جب فائدے کی امید نظر نہیں آتی تھی اس وقت تو ہمیں کہا گیا کہ ہمیں دھوکا دیا جاتا اور ہمارے روپیہ کو برباد کیا جاتا ہے اور جب یہ نظر آیا کہ اس زمین میں شاید نفع آنے لگ جائے تو یہ کہنا شروع کر دیا کہ سلسلہ کا روپیہ کھا گئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ان زمینوں پر سلسلہ کا جس قدر روپیہ خرچ ہوًا ہے وہ ہم سے لے لو۔ اس سے دُگنے داموں کی زمین ہم سے لے لو، چار گُنے کی زمین لے لو، پانچ گُنے کی زمین لے لو، (کیونکہ نقد ہمارے پاس بالکل نہیں ہے) یقیناً جو شخص سلسلہ کا روپیہ کھاتا ہے وہ اس بات کا سزاوار نہیں کہ اس سے وہ روپیہ واپس لیا جائے بلکہ اس بات کا بھی مستحق ہے کہ اس پر بڑا بھاری جرمانہ کیا جائے۔

بیشک میں صدر انجمن احمدیہ سے گزارے کے لئے روپیہ قرض لے لیتا ہوں مگر اسی طرح قرض کے طور پر حضرت عمرؓ بھی لے لیتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے ہیں تو بیت المال کا پچھتر ہزار روپیہ ان کے ذمہ قرض تھا۔[14] حالانکہ اس زمانہ میں غنائم کے اموال بھی آیا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کا حصہ ایک سا ہوتا تھا کیونکہ دونوں ہی بدری صحابہ میں سے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ قالین کا ایک حصہ ملا جس کی بیس ہزار روپیہ قیمت تھی پس یقیناً بیس ہزار کا حصہ حضرت عمرؓ کو بھی ملا ہوگا حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ ایک طرف بیت المال سے اپنا گزارہ لیتے تھے اور دوسری طرف غنائم کے اموال میں سے بھی باقی مسلمانوں کی طرح حصہ لیتے تھے۔ مگر میں تو گزارہ بھی نہیں لیتا اور جو کچھ میں لیتا ہوں قرض کے طور پر لیتا ہوں۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ میں اپنی زندگی میں اس قرض کو ادا کروں ورنہ میری جائداد اس قرض کو ادا کرے گی۔

شروع شروع میں تو مَیں نے صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ سے کچھ بھی نہیں لیا۔ نہ قرض کے طور پر اور نہ گزارہ کے طور پر اور اس طرح آٹھ دس سال گزر گئے مگر اس کے بعد جب بچے زیادہ ہوگئے اور کام بھی وسیع ہوگیا تو میں نے صدر انجمن سے قرضہ لینا شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں صدر انجمن احمدیہ کو بعض بڑی بڑی رقمیں میں نے ادا بھی کی ہیں۔ چنانچہ ۱۹۲۹ء میں ایک غیر احمدی نے مجھ سے ایک دعا کرائی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اس پر اس نے مجھے بیس ہزار روپیہ نذرانہ کے طور پر بھیجا۔ جس میں سے گیارہ ہزار میں نے اپنے قرض کے سلسلہ میں صدر انجمن احمدیہ کو دے دیا اور باقی اور قرضوں کی ادائیگی اور دیگر ضروریات پر خرچ کیا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ اموال جو غیر احمدیوں سے مجھے نذرانہ کے طور پر ملے ہیں وہ احمدیوں کے نذرانہ سے بہت زیادہ ہیں۔ اس غیر احمدی کا ایک کام تھا اور اس نے مجھے لکھا کہ اگر مجھے اس میں کامیابی ہوگئی تو جو کچھ مجھے نفع ملے گا اس کا دس فیصد آپ کو دوں گا۔ چنانچہ اسے دو لاکھ کا نفع ہؤا جس میں سے بیس ہزار اس نے مجھے بھیج دیا۔ میں نے گیارہ ہزار صدر انجمن احمدیہ کو قرضہ میں دے دیا، باقی کچھ رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا، کچھ دیگر قرضوں میں ادا کیا اور کچھ اور اخراجات میں لگا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جس حد تک مَیں بوجھ اٹھا سکتا ہوں اٹھاتا ہوں

اور اب بھی قرض کے طور پر صدر انجمن احمدیہ سے جو کچھ لیتا ہوں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے یقین رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے گا تو وہ میری زندگی میں ہی ادا ہو جائے گا۔ ورنہ میں ہمیشہ حساب رکھتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ میرا قرض جائداد سے نہ بڑھے تا اگر جائداد سے قرض ادا کرنا پڑے تو تمام قرض ادا ہو جائے اور کسی کو کوئی دقت پیش نہ آئے۔ سو جس قدر اعتراض دشمن نے مجھ پر کئے ہیں سب پہلے موجود ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ مجھ پر وہی اعتراض دشمن کی طرف سے ہوتے ہیں جو پہلوں پر ہو چکے ہیں بلکہ کل اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ایک بہت بڑی خوشی کا سامان کیا اور مجھ پر اس امر کا انکشاف کیا کہ آج کل دشمن جو مجھ پر حملہ کر رہا ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک واضح پیشگوئی موجود ہے۔ خواب میں کپڑوں کو آگ لگنے کے معنی بِالعموم اعتراض ہونے اور دشمن کے حملہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے کپڑوں کو آگ لگ گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے خلاف سخت فساد ہوگا اور دشمن اس پر کئی قسم کے اعتراض کرے گا۔ کل اتفاقاً میں بعض شہادتوں کے متعلق پرانے کاغذات دیکھ رہا تھا کہ کاغذات کی پڑتال کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی ایک کاپی آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مجھے مل گئی اس میں ۱۸۹۴ء کے الہامات درج ہیں، گویا آج سے ۴۴ سال پہلے کی یہ کاپی مکمل ہوئی ہے۔ جبکہ میری عمر چھ سال کی تھی۔

(جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ الہامات چھپے ہوئے نہیں اور چونکہ یہ تمام کاپی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اس لئے یہ سوال پیدا نہیں ہوسکتا کہ یہ بعد میں بنالی گئی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خط کو پہچاننے والے سینکڑوں دوست اب بھی موجود ہیں اور وہ گواہی دے سکتے ہیں کہ یہ تمام کاپی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔) اس میں ۱۷/اگست ۱۸۹۴ء سے لے کر ۲۱/دسمبر ۱۸۹۴ء تک کے الہامات درج ہیں۔ اس کاپی میں ۵/دسمبر ۱۸۹۴ء کی تاریخ کے نیچے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ اول گویا محمود کے کپڑوں کو آگ لگ گئی ہے اور

میں نے بُجھا دی ہے''

یہ پیشگوئی بتاتی تھی کہ ایک زمانہ میں میرے اوپر دشمن کی طرف سے اعتراضات ہونے والے تھے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ میں نے اس آگ کو جو محمود کے کپڑوں کو لگی ہے بجھا دیا ہے۔ یعنی میری پیشگوئیوں اور میری دعاؤں کی وجہ سے خدا تعالیٰ دشمن کو ناکام کرے گا اور اسے اپنے منصوبوں میں ناکام و نامراد رکھے گا۔ دشمن بے شک آگ لگائے گا مگر انجام کار وہ آگ بجھا دی جائے گی۔ اگر خالی بجھ گئی کے الفاظ ہوتے تب بھی دشمن کہہ سکتا تھا کہ انہوں نے اپنی تدبیروں اور عقلوں سے کامیابی حاصل کر لی۔ یہاں ''بُجھ گئی'' کے الفاظ نہیں بلکہ یہ ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بجھا دی ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ یہ آگ کسی تدبیر یا کسی عقل کی وجہ سے نہیں بجھی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں اور آپ کی پیشگوئیوں نے اس آگ کو بجھایا ہے۔

پس یقیناً جو شخص آگ لگانے والا ہے وہ سلسلہ کا دشمن ہے۔ اگر یہ آگ سلسلہ کے مفاد اور اس کی ترقی کے لئے ہوتی تو کس طرح ممکن تھا کہ خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آگ کو بجھا دیتے۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اپنے سلسلہ کی خیر خواہی مدنظر نہیں تھی؟ مگر آپ کا اس آگ کا بجھانا بتاتا ہے کہ آگ لگانے والے سلسلہ کے دشمن ہیں۔

پس اگر جو لوگ اعتراض کرتے ہیں وہ حق پر ہوتے اور جنہوں نے میرے خلاف فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے وہ صداقت پر ہوتے تو بجائے یہ الفاظ ہونے کے کہ ''میں نے بُجھا دی ہے'' حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام یہ فرماتے کہ میں نے اٹھ کر محمود کے کپڑوں کو آگ لگا دی ہے۔ مگر آپ یہ نہیں فرماتے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ آگ لگانے والے اور ہیں اور بجھانے والا میں ہوں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے فعل کو مٹانے والے ہیں اور جس فعل کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مٹانے والے ہوں وہ یقیناً سلسلہ کے خلاف ہوگا۔ مگر جو مضمون میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ جو شخص ایک صداقت پر اعتراض کرتا ہے اسے لازماً دوسری صداقتوں پر بھی اعتراض کرنا پڑتا ہے اور جو ایک راستباز پر اعتراض کرتا ہے اسے لازماً

دوسرے راستبازوں پر بھی اعتراض کرنا پڑتا ہے وہ بھی اس رؤیا میں نہائت عمدگی کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ جب ان اعتراض کرنے والوں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی اور وہ جماعت کو خلافت سے الگ نہ کر سکے تو انہوں نے کہا۔ اوہو! بات ہماری سمجھ میں اب آئی۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کو اس بات پر یقین ہے کہ یہ خلیفہ ہیں اور چونکہ یہ خیال ان کے دلوں میں بیٹھ چکا ہے اس لئے وہ اس کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتے پس آؤ ہم خلافت کا ہی انکار کر دیں۔ چنانچہ پھر وہ خلافت کو اڑانے لگ گئے جس کے معنے یہ تھے کہ اب ان کا حملہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر بھی جا پڑا کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں اسی طرح آپ بھی خلیفہ تھے۔ اگر میں خلیفہ نہیں تو وہ بھی خلیفہ نہیں تھے وہ بھی یہی کہا کرتے تھے کہ میں خدا تعالیٰ کا قائم کردہ خلیفہ ہوں اور میرا دشمن ابلیس ہے اور میرے بعد بھی اللہ تعالیٰ خلفاء کھڑے کرے گا جنہیں وہ آپ کھڑا کرے گا، تم نے نہ مجھے خلیفہ بنایا ہے اور نہ ان کو بناؤ گے ہم سب کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ پس وہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ یہ خلیفہ کہلاتا ہے اس لئے لوگ اس کی باتیں سنتے ہیں اور ہماری طرف توجہ نہیں کرتے۔ چنانچہ پھر وہ کہتے ہیں آؤ ہم خلافت کا ہی انکار کر دیں اور لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دیں کہ خلافت اسلام کا کوئی مسئلہ نہیں سب کو مل کر اسلام کی خدمت کرنی چاہئے۔ تب وہ دوسرا حملہ کرتے اور ایک بار پھر آگ لگانا چاہتے ہیں مگر وہ حملہ حضرت خلیفہ اوّل پر جا پڑتا ہے کیونکہ آپ یہی فرمایا کرتے تھے کہ خلافت کوئی کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں کہ جس کا جی چاہے جا کر پی لے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے جو بعض مخصوص لوگوں کو ملا کرتا ہے پس مجھ پر حملہ کرنے کے بعد ان کا دوسرا حملہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس رؤیا میں اس کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''پھر ایک اور شخص کے آگ لگی ہے اور اس کو بھی مَیں نے بُجھا دیا ہے''

یہاں حضرت خلیفہ اوّل کا نام آپ نے نہیں لیا۔ چاہے جان کر نام نہیں لیا اور چاہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا نہیں۔ بہرحال اس خواب سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ یہ آگ میرے وقت میں لگے گی اور اس کی ابتداء مجھ سے ہوگی اور جب یہ آگ بجھ جائے گی اور مجھے کوئی ضرر

نہیں پہنچا سکے گی تو وہ کہیں گے کہ اوہو! ہم جماعت کو اس لئے بگاڑ نہیں سکے کہ وہ خلافت کی وجہ سے متحد ہے۔ اگر ہم خلافت کا انکار کر دیں تو اس کا منتشر ہونا بالکل آسان بات ہے۔ پس وہ خلافت مٹانے کے درپے ہو جاتے ہیں اور اس طرح سے حضرت خلیفہ اوّل کی خلافت پر بھی حملہ کرتے ہیں اور اس طرح میرے کپڑوں کو آگ لگنے کے بعد آپ کے کپڑوں کو بھی آگ لگ جاتی ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے اس آگ کو بھی بجھا دیا۔ یعنی آپ کی خلافت سے بھی وہ لوگوں کو منحرف نہیں کر سکیں گے۔ تب وہ ایک اور قدم آگے بڑھیں گے اور کہیں گے اصل میں محض خلیفہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان کے ساتھ نہیں بلکہ اس وجہ سے ہیں کہ ان کے دلوں میں یہ غلط خیال بیٹھ چکا ہے کہ یہ مصلح موعود ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان کے متعلق کئی پیشگوئیاں ہیں۔ پس آؤ ہم ان تمام پیشگوئیوں کا ہی انکار کر دیں اور کہہ دیں کہ ان کا مصداق ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض پیشگوئیاں ایسی ہیں جن کے متعلق میں نہ ہاں کرتا ہوں نہ نہ کرتا ہوں مگر جو پیشگوئیاں مجھ پر چسپاں ہوتی ہیں اُن کا انکار کرنا بھی دیانت اور انصاف کے قطعاً خلاف ہے مگر وہ سرے سے تمام پیشگوئیوں کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کوئی پیشگوئی ہے ہی نہیں۔ اس طرح ان کے حملہ کی زد حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی جا پڑتی ہے اور انہیں کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے جس قدر میرے متعلق پیشگوئیاں کیں وہ نعوذ باللہ جھوٹی نکلیں، اس طرح جو دعائیں کیں وہ پوری نہ ہوئیں اور آپ نے غلط لکھ دیا کہ میری دعائیں اللہ تعالیٰ نے سن لی ہیں۔ پس وہ مجھ پر حملہ کرتے مگر اس کے ساتھ ہی حضرت خلیفہ اوّل اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی حملہ کر دیتے ہیں اور اس طرح میری ہتک کرتے کرتے ان کی بھی ہتک کر دیتے ہیں جن کو یہ اپنا پیشوا مانا کرتے ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے پیغامیوں نے جب مجھ پر اعتراض کرنے شروع کئے تو رفتہ رفتہ ان کے اعتراضات حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی ہونے لگے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک پیغامی نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو جو ظلّی نبی کہا ہے اس کے معنے کوئی اصلی نبی کے تھوڑے ہی ہیں ظل کا کیا ہوتا ہے ظل پر تو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) جُوتے مارنے بھی جائز ہوتے ہیں۔ پھر یہاں تک کہہ دیا کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت بن باپ کو تسلیم کرتا ہے وہ مشرک اور بے وقوف ہے۔

جب میری خلافت کے شروع ایام تھے تو ایک شخص نے حضرت مسیح موعود السلام کے متعلق ایسے ہی الفاظ استعمال کئے۔ میں نے اسے کہا اب تم دہریہ ہوئے بغیر نہیں رہو گے۔ چنانچہ ابھی ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ اس کے دل میں احمدیت کے متعلق شکوک پیدا ہونے شروع ہو گئے اور اس پر بھی ایک مہینہ اور نہیں گزرا تھا کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق اس کے دل میں شکوک پیدا ہو گئے۔ تو لازماً جو شخص ایک سچائی پر اعتراض کرتا ہے اسے دوسری سچائیوں پر بھی اعتراض کرنا پڑتا ہے اور جو شخص ایک صداقت کو چھوڑتا ہے اسے دوسری صداقتوں کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ یہی خبر اس رؤیا میں بھی دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان کا پہلا حملہ مجھ پر ہوگا، دوسرا حملہ حضرت خلیفہ اوّل پر ہوگا اور جب وہ ان دونوں حملوں میں ناکام ہوں گے تو تیسرا حملہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کر دیں گے اور آپ کی پیشگوئیوں اور الہامات کے بھی منکر ہو جائیں گے۔ چنانچہ آخری حصہ رؤیا کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ تحریر فرماتے ہیں:

''پھر میرے کپڑوں کو آگ لگا دی ہے اور میں نے اپنے اوپر پانی ڈال لیا ہے اور آگ بجھ گئی ہے۔''

اس میں اسی سلسلہ اعتراض کی خبر دی گئی ہے جس کو میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ پہلے وہ مجھ پر اعتراض کریں گے اور جب اس میں خدا تعالیٰ ان کو ناکام کرے گا تو وہ کہیں گے او ہو ہم نے ہاتھ ذرا نیچے ڈالا ہے آؤ ذرا اوپر ہاتھ ڈالیں۔ چنانچہ پھر وہ حضرت خلیفہ اوّل کی خلافت پر اعتراض کرنا شروع کر دیں گے اور جب وہاں سے بھی کام نہیں بنے گا تو کہیں گے یہ سلسلہ ہی ایسا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس قدر دعائیں کی تھیں سب جھوٹی نکلیں اور جس قدر پیشگوئیاں آپ نے کی تھیں وہ باطل ثابت ہوئیں۔ پس ان کا آخری حملہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہوگا جیسا کہ اس شخص نے لکھ دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ گو آگیں سب بجھ گئیں ہیں ''مگر کچھ سیاہ داغ سا بازو پر نمودار ہے اور خیر ہے''۔

بازو پر داغ رہنے کے معنی یہ تھے کہ یہ حملہ جماعت کے منافقین کی طرف سے ہوگا غیروں کی طرف سے نہیں ہوگا۔ پھر فرماتے ہیں اور خیر ہے وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ۔ گویا اُفَوِّضُ

اَمْـرِیْ اِلَـی اللہ کے الفاظ میں یہ بھی بتا دیا کہ جس وقت یہ اعتراض ہوں گے اُس وقت میں دنیا میں نہیں ہوں گا مگر چونکہ میرا خدا زندہ خدا ہے اس لئے میں اپنا معاملہ اُس کے سپرد کرتا ہوں۔ میں نہ ہوا تو کیا ہوا وہ تو ہوگا۔☆

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کاپی ہے جو کل پہلی دفعہ مجھے دیکھنے کا موقع ملا۔ اب تک میں سمجھتا تھا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کا حافظ ہوں اور آپ کا کوئی بھی ایسا الہام یا ایسا رؤیا نہیں جو میری نظر سے نہ گزرا ہو مگر کل اتفاقاً بعض کاغذات کی تلاش کرتے ہوئے مجھے پہلی دفعہ یہ کاپی ملی اور مجھ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نئی پیشگوئی کا انکشاف ہوا۔ پھر ایک اور لطیفہ ہے جو ابھی خدا تعالیٰ نے میرے ذہن میں ڈالا ہے اور یہ کہ وہ یہ کاپی اسی سبز کاغذ کی بنی ہوئی ہے جس سبز کاغذ پر حضرت مسیح موعود السلام نے ''سبز اشتہار'' شائع فرمایا تھا معلوم ہوتا ہے اس زمانہ کے بعض بچے ہوئے کاغذ آپ کے پاس موجود تھے اور انہی سبز کاغذوں کی آپ نے یہ کاپی بنا کر اس پر اپنے الہامات اور رؤیا و کشوف درج کر دیئے۔ پس دشمن جو چاہے اعتراض کرے ہمیں اس کا اعتراض کرنا بُرا نہیں لگتا۔ ہمیں افسوس آتا ہے تو اِس بات پر کہ وہ ظاہر کچھ کرتے ہیں اور ان کا باطن کچھ اور ہے۔ وہ ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلام ہیں مگر کام وہ کرتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں کو آگ لگانے والا ہے مگر وہ یاد رکھیں نہ پہلے کوئی دشمن اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوا اور نہ وہ کامیاب ہوں گے۔ آگیں بجھائی جائیں گی اور صرف داغ باقی رہ جائیں گے مگر وہ داغ انہی منافقین کا وجود ہوگا۔'' (الفضل ۳۱ راگست ۱۹۳۸ء)

☆ اس خطبہ کے بعد اسی منافق کا ایک اور خط ملا اس میں اس نے سخت واویلا کیا ہے کہ مجھ پر بدظنی کی گئی ہے اور مجھے منافق قرار دیا گیا ہے اور پھر لکھا ہے کہ اس خواب کی تعبیر یہ بھی تو ہوسکتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چونکہ تمہاری آگ بجھائی اور یہ فعل خدا کو پسند نہ آیا اس لئے ان کے کپڑوں کو آگ لگ گئی کیونکہ انہوں نے تمہاری رعایت کی اور اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا اس تعبیر سے اس شخص کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو عقیدت ہے، اس کی وضاحت ہو جاتی ہے اور اب مجھے اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ مصری پارٹی کا شخص ہے اور اندرونی طور پر پیغامی ہو چکا ہے۔

۱؎ متی باب ۱۷ آیت ۲۰ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لندن ۱۸۸۷ء

۲؎ متی باب ۱۶ آیت ۴ (مفہوماً)

۳؎ الذّٰریٰت: ۵۴

۴؎ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى (الاحزاب: ۷۰)

۵؎ التوبة: ۴۷

۶؎ ، ۷؎ بخاری کتاب الھبة۔ باب فَضْل الْهِبَة

۸؎

۹؎

۱۰؎ ترمذی ابواب الدعوات باب ما جاء فی فضل التوبة

۱۱؎ بخاری کتاب فرض الخمس باب مَا کانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یُعطی الْمُؤَ لَّفَةَ قُلُوْ بِهِمْ ......(مفہوماً)

۱۲؎ بخاری کتاب المناقب باب علامات النُبُوَّة فی الاسلام

۱۳؎ التوبة: ۵۸

۱۴؎ الطبقات الکُبْرٰی ۔ لِا بْنِ سعد جلد ۳ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۵ء میں ۸۰ ہزار درہم قرض کا ذکر ہے۔